بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سرجری اسلام کے قرونِ اُولیٰ میں

مولانا محمد عبداللہ طارق دہلوی، رفیق ندوۃ المصنفین دہلی

(۳)

پلاسٹک سرجری حُسن وجمال کی غرض سے

عہدنبوی میں پلاسٹک سرجری کی موجودگی کا ثبوت اس بات سے بھی ملتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد احادیث میں بعض ان افعال کو منع فرمایا یا ان پر لعنت فرمائی ہے جن کا تعلق پلاسٹک سرجری (جمالیاتی) سے ہے، مثلاً آپؐ نے وُشم اور نمص کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے: لعن اللہ الواشمات والمستوشمات، والنامصات والمتنمصات ۱۱ الحدیث۔ یعنی چہرے کی چمڑی چھیل کر اس میں سرمہ یا کوئی سیاہی وغیرہ بھر کر تل بنانا، یا بھوؤں، پیشانی یا چہرے کے کسی بھی حصے کے بال اکھاڑ کر اسے خوشنما بنانے کی کوشش کرنا۔

اسی طرح آپؐ نے سفید بال اکھاڑنے (اور اپنی عمر رسیدگی پر پردہ ڈالنے) کو بھی منع فرمایا ہے ۱۲۔ بہت سی عورتیں بالوں میں مصنوعی بال ملاتی تھیں آپؐ نے اس پر لعنت فرمائی اور اسکو یہود کی مذموم حرکات میں سے قرار دیا اور فرمایا کہ بنی اسرائیل کی ہلاکت کا وقت جب قریب آیا تو اُن کی

---

۱۱ احمد والائمۃ الستۃ عن ابن مسعودؓ (الجامع الصغیر ج ۵ ص ۲۷۲)

۱۲ ابوداؤد ترمذی اور طبرانی وغیرہ نے متعدد صحابہ کرام سے مختلف الفاظ میں یہ مضمون نقل کیا ہے (الترغیب ج ۳ ص ۱۱۱)

عورتوں میں اس قسم کے فیشن عام ہو گئے تھے۔[۱۳]

اسی طرح دانتوں کو گھسوا اور چھلوا کر باریک کرانے اور ان کے درمیان باریک شگاف پیدا کر کے حسین بنانے کو بھی آپؐ نے فعل ملعون قرار دیا اَلْمُتَفَلِّجَاتُ لِلْحُسْنِ[۱۴]۔

ایک حدیث میں آپؐ نے فرمایا: لعن اللہ القاشرۃ والمقشورۃ[۱۵] - یعنی اللہ کی لعنت ہو اس عورت پر جو حسن کی خاطر چہرے یا جسم کے کسی بھی حصّے کی کھال چھلواتی ہے، اور اس پر بھی جو اس کام کو کرتی ہے۔

ان تمام افعال میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کرنے والوں اور کرانے والوں سب کو برابر کا مجرم ٹھہرایا ہے اور سب پر یکساں طور پر لعنت فرمائی ہے۔

ان کے علاوہ آپؐ نے ہر اس فعل پر لعنت فرمائی ہے جو حسن و جمال کی خاطر چہرے یا جسم کی فطری اور طبعی ساخت میں کسی قسم کی تبدیلی کرنے کے لیے ہو[۱۶]۔

یہاں اس بات کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام نے طبی ضرورت کو ان ممانعتوں سے صاف لفظوں میں مستثنیٰ قرار دیا ہے، چنانچہ سنن ابی داؤد وغیرہ میں مذکورہ ہدایات کے بعد من غیر داء کا لفظ موجود ہے۔ یعنی جو عورت بغیر کسی بیماری کے یہ کام کرے اس پر خدا کی لعنت ہو، جس کا صاف مطلب یہ ہے کہ طبی ضرورت ہو یعنی کسی بیماری کی وجہ سے اگر ان میں سے کوئی سا کام کرانا پڑ جائے تو اس کی اجازت

---

۱۳ الترغیب ج ۳ صفحہ ۱۲ و صفحہ ۱۱۲ اس کی کسی قدر تفصیل راقم سطور کی کتاب "انتخاب الترغیب والترہیب" جلد پنجم میں آئی ہے۔

۱۴ احمد والائمۃ الستۃ عن ابن مسعودؓ؛ الجامع الصغیر ج ۲ صفحہ ۱۲۲

۱۵ حوالۂ سابق

۱۶ الترغیب ج ۳ صفحہ ۱۱۱

سرجری میں مسلمانوں کا کارنامہ

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ مسلم سرجنوں نے دیگر بیشتر بایوں کہہ سکتے کہ تمام تر علوم طب کی طرح سرجری بھی اہل یونان ہی سے حاصل کی تھی، لیکن دیگر علوم کی طرح سرجری میں بھی ان کی دو ایسی اہم خصوصیات ہیں جن سے انصاف پسند مورخ کبھی صرف نظر نہیں کر سکتا۔

اول: یہ کہ ان کی اپنی سرجری جیسی کچھ اور جتنی بھی تھی بہرحال ان کے پاس پہلے سے بھی موجود تھی جیسے الفصد، الحجامۃ، الکی اور قطع العروق وغیرہ۔ انھوں نے طب یونانی سے حاصل کردہ سرجری کے ساتھ اپنی سرجری کو ملا کر ایک نہایت جامع سرجری فراہم کی۔

دوم: دوسری اہم بات یہ ہے کہ انھوں نے یونانی سرجری کو حاصل کرنے کے بعد اسمیں غور و فکر کر کے اور بہت کچھ تجربات و مشاہدات اور انکشافات کر کے اس کو نہایت وسیع کر دیا اور اسے ترقی دے کر بلندی کے اس ثریا پر پہنچا دیا کہ اسوقت کی آباد دنیا میں کہیں اس کے عشر عشیر کا تصور نہیں کیا جا سکتا تھا۔ یونان کے اساتذہ طب انقراط و ارسطو اور جالینوس بھی اگر اپنے ان عرب شاگردوں کو دیکھتے تو کر جھکے بغیر نہ رہتے۔

اور یہ اعتراف کچھ ہمارا اہل مشرق یا اہل اسلام ہی کا نہیں ہے بلکہ آج کی اقلیم طب و سرجری میں سکہ چلتا اور پرچم لہراتا ہے وہ بھی ان حقائق کا اعتراف کرتے ہیں، یعنی تاریخ وطب کے مستشرقین اور یورپ و فرانس کے ماہرین فن اسقدر بلند لفظوں میں اسکا اعتراف کرتے ہیں کہ ذہن اور متعصب طبیعت کے لوگوں کو ان کا سننا ناگوار ہو جاتا ہے۔

...ا رضیت عنی کرام عشیرتی فلازال غضبانا علی لئامھا

(...ری قوم کے بڑے لوگ مجھ سے خوش ہوں گے تو ظاہر ہے کہ پست لوگوں کو یہ بات ...ا ہے۔)

...لے کے آخر میں بعض مستشرقین کی رائیں ہم نمونے کے طور پر ذکر کریں گے۔

...ہم چند واقعات عرب سرجنوں کی مسیحائی کے ذکر کرتے ہیں جن کو دیکھ کر اسوقت

بھی خود اہل فن حیرت میں پڑ گئے تھے اور آج بھی یہ واقعات ایک حیرت انگیز کارنامے کی حیثیت رکھتے ہیں۔

(۱) وزیر ابو القاسم المغربی جو خلفاء عباسیہ کے دور میں وزارت کے عہدوں پر فائز رہا ہے[۱۲]۔ (وفات ۴۳۰ھ ۱۰۳۲ء) اس کا بیٹا رئیس ابو یحییٰ بیان کرتا ہے کہ وزیر موصوف ۴۱۵ھ میں تھا کہ اس کو شدید قسم کا قولنج لاحق ہوگیا اطباء نے اس کو گرم دوائیں استعمال کرائیں، گرم پانی پلایا اور حمام کراتے، حتیٰ کہ آخر میں اس کا قیام ہی حمام کے اندر کرا دیا گیا اور کئی بار حقنہ کرایا گیا اور پینے کی بہت سی دوائیں دی گئیں لیکن کوئی افاقہ نظر نہ آیا، آخر صاعد[۱۳] کو بلوایا گیا تو اس نے دیکھا کہ مارے پیاس کے اس کی زبان اینٹھ گئی ہے، مسلسل حمام میں رہنے اور معاجین حارّہ اور حُقنِ حارّہ کی کثرت کے باعث اس کا جسم انگارہ ہوگیا ہے۔ اس نے فوراً برف کا ٹھنڈا پانی طلب کیا اور وزیر کو پلایا، ٹھنڈا پانی پی کر اس کی جان میں جان آئی اور اسی آن اس نے اپنے اندر توانائی محسوس کی اس کے بعد صاعد نے فصد کھولنے والے کو بلوایا اور بڑی مقدار میں اس کے جسم کا خون خارج کیا اور کچھ دوائیں دیں اور حمام کے کمرے سے اسکو نکال کر معتدل فضا میں قیام کرایا اور تیمار داروں کو ہدایت کی کہ وزیر موصوف کو ابھی فصد کے بعد نیند آئے گی اور پسینہ آئے گا اور اس کے بعد چند بار اجابت ہوگی اور بس، اب ان کو اللہ کے فضل وکرم سے صحت یاب سمجھو، بالکل وہی ہوا، وزیر پانچ گھنٹے متواتر سویا آنکھ کھلی تو طبیب نے کہا کہ ابھی اور سویئے اور جب تک پسینہ آنا موقوف نہ ہوجائے سوتے رہئے چنانچہ وہ پھر سویا اور اب جو اٹھا تو پسینہ میں جیسے نہا کر نکلا ہے، اور پسینے کا رنگ ایسا تھا جیسے کپڑے زعفران کے پانی میں ڈبوتے گئے ہوں پھر چند بار اجابت ہوئی اور شام ہوتے ہوتے وزیر موصوف پوری طرح شفایاب ہوچکے تھے۔

---

[۱۲] الزرکلی، الاعلام ج ۷ ص ۲۶۳ (طبع ۳)
[۱۳] مشہور سرجن ہے اس کا ذکر آئندہ صفحات میں آرہا ہے۔

اس مسیحائی کے لیے وزیر ساری عمر صاعد کا مداح رہا، وہ کہا کرتا تھا کہ بڑا خوش قسمت ہے [وہ] شخص کہ بغداد کے ایک کنارے پر اس کا مکان ہو اور اس کا معالج ابو منصور صاعد بن بشر اور اس کا سکریٹری ابو علی بن موصلایا[1] ہو۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ تینوں ہی چیزیں اس کو [عطا] فرمائی تھیں[2]۔ وہ دراصل خود اپنے ہی اوپر اللہ کی ان نعمتوں کا شکر کرتا تھا۔

(۲) وزیر علی بن بلبل (؟) بغداد میں تھا کہ اس کے بھانجے کو سکتہ دمویہ لاحق ہوا، [تمام] اطباء بغداد مرض کی تشخیص میں ناکام ہو گئے۔ اطباء کی مجلس میں صاعد بن بشر بھی موجود تھا [و]ہ آخیر تک خاموش رہا۔ تمام اطباء نے دیر تک معائنہ کرتے رہنے کے بعد باتفاق رائے اس کو [مرد]ہ قرار دے دیا اور امید کی ہر کرن غروب ہو گئی۔ وزیر موصوف اس کی تجہیز و تکفین کے انتظامات میں [لـ]گ گئے۔ خلقت پرسے اور تعزیت کے لیے جمع ہونے لگی، زنان خانے میں شور ماتم بلند ہو گیا۔ [ص]اعد بن بشر ابھی اسی طرح اپنی جگہ پر ساکت و صامت بیٹھا ہوا ہے جہاں وزیر کی نشستگاہ [کے پ]اس وہ بیٹھا ہوا تھا، وزیر نے پوچھا کہ کیا آپ کو کوئی کام ہے؟ اس نے جواب دیا کہ [ذ]را کام تو ہے، اجازت ہو تو عرض کروں؟ وزیر نے جواب دیا کہ ہاں ہاں قریب آیئے اور جو [کچھ] آپ کے ذہن میں ہے اسے کہئے۔ صاعد نے پُر اعتماد لہجے میں کہا کہ یہ سکتہ دمویہ ہے [ا]یک نشتر لگا کر دیکھ لینے میں تو کوئی حرج ہے ہی نہیں، اگر نتیجہ خیز ہوتا ہے تو سبحان اللہ [بصور]ت دیگر حرج بھی کیا ہے؟ وزیر کے چہرے پر مسرت کی لہر دوڑ گئی اور فوراً خواتین کو [وہاں] سے ہٹایا گیا اور تمریخ، تطول، بخور، نشوق اور جملہ ضروریات فراہم کی گئیں اور [صاع]د بن بشر نے حسب موقع چند چیزیں کام میں لاکر بسم اللہ کہہ کر ایک نشتر لگایا تو —

---

[1] ابو سعد علاء بن الحسن بن وہب البغدادی ابن الموصلایا جو امین الدولہ کے لقب سے بھی متعارف ہے عہد عباسی کے مشہور سکریٹریوں (کاتبوں) میں رہا ہے۔ اسکو دار الخلافۃ کا کاتب (منشی) کہا جاتا تھا۔ نصرانی تھا اسلام قبول کر لیا تھا، پیدائش ۴۱۲ھ (۱۰۲۱ء) میں ہوئی اور وفات بغداد میں اچانک ۴۹۷ھ ۱۱۰۳ء میں ہوئی۔ (زرکلی، الاعلام ج ۵ ص ۲۴۸)

[2] ابن ابی اصیبعہ، عیون الانباء ص ۳۱۳ و ص ۳۱۴ باختصار۔

نام خدا ــــ خون نکلا اور گھر بھر میں مسرت و شادمانی پھیل گئی۔ صاعد بن بشر برابر خون نکالتا رہا یہاں تک کہ اس نے تین سو درہم (تقریباً ایک کلو ڈیڑھ سو گرام[۵]) خون نکال ڈالا اور مریض نے آنکھیں کھول دیں۔ تاہم ابھی کچھ بولا نہیں۔ صاعد نے پھر فصد کی اور پھر اتنا ہی یا اس سے بھی کچھ زیادہ خون نکالا اور مریض نے بولنا شروع کر دیا۔ اس کے بعد کچھ اور دوائیں استعمال کرائیں اور مریض بالکل صحت یاب ہو گیا اور اس کے جسم پر مرض کا کوئی اثر باقی نہیں رہا، حد تو یہ ہے کہ اس واقعے کے چوتھے روز وہ سوار ہو کر جامع مسجد گیا اور وہاں سے ایوان خلافت آیا اور اسنے حسب سابق اپنی نئی زندگی کا آغاز کر دیا[۶]۔

اس قسم کے چند واقعات ابوقریش اور ماسویہ کی مسیحائی کے حجامت کے تحت آ چکے ہیں اور مزید آگے آ رہے ہیں۔ یہ اس عہد کی سرجری کا اندازہ کرانے کی غرض سے صرف چند واقعات پر اکتفا کیا گیا ہے۔

زخموں کے نام

جیسا کہ ہم اوپر عرض کر چکے ہیں کہ کسی فن یا کسی پیشے کے الفاظ و مصطلحات (ٹرمنالوجی ـ TER-MINOLOGY) ــــ کا کسی معاشرے کے زبان و ادب میں پایا جانا اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ وہ فن اور پیشہ اس وقت اس معاشرے میں بہت عام تھا، یہاں ہم طب و جراحت کی نہیں فقہ کی کتابوں سے کچھ زخموں کے نام اور ان کی مختلف حالتوں اور کیفیتوں کے مطابق الگ الگ ناموں کا نمونہ ذیل میں پیش کرتے ہیں:

---

۵ درہم ہمارے مروجہ اوزان کے حساب سے کتنے وزن کا ہوتا ہے؟ اس میں سخت اختلاف ہے یہ ایک تقریبی وزن لکھ دیا گیا ہے۔

۶ ابن ابی اصیبعہ ج ۱ ص ۲۲۴ باختصار۔

زخموں کی ترتیب درجہ بدرجہ اس طرح ہے:

بہت ہلکا زخم	الحارِصَة	جس میں چمڑے پر ہلکی سی خراش آتی ہے اور کاغذ کی طرح باریک سی کھال چھل جاتی ہے۔
پھر	الدَّامیة	جس میں معمولی سا خون نمودار ہو جائے مگر بہنے کے قابل نہ ہو۔
پھر	الدَّامعة	جس میں معمولی سا خون نکل کر آنسو کی طرح (ایک دو بوند) بہہ جائے۔
پھر	الباضعة	جو چمڑے کو پھاڑتا ہوا گوشت تک جا پہنچے (مگر ابھی گوشت کے اندر نہ پہنچے)
پھر	المتلاحمة	جو چمڑے کو پھاڑنے کے بعد اندر تک پہنچ جائے۔ (مگر ابھی گوشت کی ...بں ہی ہو)
پھر	السمحاق اور الملطا۔	جو چمڑے اور گوشت دونوں کو چیرتا ہوا ہڈی کے اوپر والی باریک جھلی تک پہنچ جائے۔
پھر	المُوضِحَة	جو چمڑے اور گوشت اور پھر اس باریک جھلی کو پار کر کے ہڈی کو نمایاں کر دے۔
پھر	الہاشِمَة	هَشَمَ يَهْشِمُ هَشْمًا کے معنی توڑنے کے ہیں، یہ اس زخم کا نام ہے جو ساری مذکورہ منزلیں طے کرتا ہوا ہڈی تک پہنچ کر اس میں سے بھی کسی قدر توڑ ڈالے، (مگر ابھی اس میں سے کرچیں چھوٹنے نہ لگی ہوں)
پھر	المُنَقِّلة اور المنقُولة۔	جو ہاشمہ سے آگے بڑھ کر ہڈی کی کرچیں بھی الگ کر دے۔
پھر	المأمُومة	یہ اُمٌّ سے ہے بمعنی جڑ اور تہہ، یعنی وہ زخم جو تہ تک پہنچ جائے اور رام الدماغ یعنی بھیجا اور گودا بھی باہر کر دے۔

یہ ترتیب ان زخموں کی ہوتی جو سر، یا جسم کے دیگر اعضا میں ہوں، اور جو زخم پیٹ میں ہوں

اسکی ابتدائی کیفیات کے نام تو اسی اوپر والے نقشے کے مطابق ہیں لیکن پیٹ کا زخم جب زیادہ گہرا ہوجاتے تو اس کا نام الجائفة ہوتا ہے۔

یہ تمام وہ نام ہیں جو فقہ کی کتابوں میں صرف اس غرض سے لکھے گئے ہیں کہ عدالتی طور پر کس زخم پر کیا دیتہ یا جرمانہ کیا جائے[۱۰]

تابحدِ امکان اوپریشن سے اجتناب اور اسکی متبادل حیرت انگیز تدبیریں

جس عہد کی سرجری پر ہم اس وقت گفتگو کر رہے ہیں اس وقت بھی آج کی طرح بلکہ اس سے کچھ بڑھ کر اس بات کی کوشش ہوتی تھی کہ جہاں تک ہو سکے اوپریشن نہ کیا جائے اور دواؤں وغیرہ اور دیگر تدابیر ہی سے اگر ممکن ہو تو کام نکال لیا جائے اس لیے کہ یہ بہرحال ایک خطرناک اقدام ہوتا ہے۔ اور کمال یہ ہے کہ آج ڈاکٹروں کے پاس ایسی تدبیریں بہت کم ہیں جو اوپریشن کی قائم مقامی کرسکیں۔ اُس عہد کے اطباء کے سرجری کے واقعات تاریخوں میں بہت کم ملنے کی ایک بنیادی وجہ یہ بھی ہے کہ وہ اوپریشن کو اپنی ہتک اور مرض کی تشخیص اور دواؤں کی تجویز کے سلسلے میں اپنی ناواقفیت کا اعلان تصور کرتے تھے، اور عموماً وہ کوئی نہ کوئی ایسی تدبیر ڈھونڈھ ہی لیتے تھے کہ مریض بغیر کسی بڑے اوپریشن کے صحتیاب ہو جائے۔ ذیل میں ہم چند واقعات اسی قسم کے لکھتے ہیں کہ کن کن طریقوں سے وہ اوپریشن سے گریز کر کے خطرناک سے خطرناک بیماریوں پر دوا اور تدبیر ہی سے قابو پالیتے تھے:

ابن ابی اُصَیبِعَہ نے لکھا ہے کہ عباسی خلیفہ ناصر لدین اللہ احمد بن حسن (خلافت عباسیہ کا ۳۴ واں حکمران ۵۷۵ھ سے ۶۲۲ھ تک : ۱۱۸۰ء تا ۱۲۲۵ء) کے مثانہ میں پتھری ہو گئی جو غیر معمولی طور پر بڑی تھی اور اس سے تکلیف بڑی شدید تھی مرض طویل بھی بہت ہو گیا تھا اور

---

[۱۰] دیکھئے ابن حزم، المحلیٰ ج ۱۰ ص ۳۴۴ تا ص ۴۶۱ (قاہرہ ۱۳۵۲ھ)

تمام اطباء اور سرجن اوپریشن تجویز کرچکے تھے بلکہ ایک ماہر سرجن ابن عُکاشہ کو اوپریشن کے لیے بلا بھی لیا گیا تھا، ابن عُکاشہ نے غور سے دیکھنے کے بعد کہا کہ میں اس سلسلے میں کچھ اور ماہر اطباء سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں بالخصوص اپنے استاد اور بزرگ ابونصر مسیحی سے مشورہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں چنانچہ ان کو طلب کیا گیا انھوں نے دیکھا اور کچھ دوائیں دیں اور عضو علیل پر ادہان مُلیّنہ استعمال کیے اور کہا کہ ہم کوشش کریں گے۔ اگر بغیر اوپریشن کے ہی پتھری نکل آئے تو زیادہ اچھا ہے ورنہ آخر بدرجۂ مجبوری اوپریشن کریں گے۔ چنانچہ دو ہی روز علاج چلا تھا کہ تیسرے دن کی شب میں پتھری باہر آگئی جس کا وزن ایک بیان کے مطابق سات مثقال اور ایک بیان کے مطابق پانچ مثقال تھا اور ایک بیان یہ ہے کہ وہ زیتون کی بڑی سے بڑی گٹھلی کے برابر تھی ـــــ بہرحال خلیفہ شفایاب ہوگیا اور بہت تیزی سے صحت بحال ہوتی چلی گئی۔[۱]

اگر پہلے بیان کے مطابق اس کا وزن سات مثقال تسلیم کیا جائے تو ہمارے اعشاری نظام کے مطابق یہ وزن تقریباً تین سو پندرہ گرام ہوتا ہے اور ابن ابی اصیبعہ کے انداز بیان سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بغیر توڑے نکالی گئی تھی۔ اب خدا جانے کیا صورت پیش آئی اور کس طرح اتنی بڑی پتھری کا باہر آجانا ممکن ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) "حلب" میں ابن بُطلان (مختار بن حسن بن عبدون ابن بُطلان مسیحی وفات ۴۵۸ھ ۱۰۶۶ء) کے پاس ایک حلق کے اوپریشن کا کیس آیا جو بالکل گلوگرفتہ تھا، آواز اس کی بالکل بند ہوچکی تھی، اس نے اس کا معائنہ کیا تو دیکھا کہ آواز بالکل ضائع ہوچکی ہے اس نے اس کا پیشہ اور کام پوچھا تو پتہ چلا کہ وہ مزدور ہے مٹی ڈھول کا کام کرتا ہے، ابن بطلان نے اسکو دو سو گرام بہت تیز قسم کا سرکہ پلایا چند لمحے کے بعد مریض نے بہت بھاری قے کی اور اس میں سرکہ کے ساتھ کافی مقدار میں ریت مٹی نکلی اور حلق غبار سے

---

[۱] ابن ابی اصیبعہ، عیون الانباء ص ۴۵۴ (بیروت ۱۹۶۵ء)

ان کی ابتدائی کیفیات کے نام تو اسی اوپر والے نقشے کے مطابق ہیں لیکن پیٹ کا زخم جب تا
ہو جائے تو اس کا نام الجائفۃ ہوتا ہے۔

یہ تمام وہ نام ہیں جو فقہ کی کتابوں میں صرف اس غرض سے لکھے گئے ہیں کہ عدالتی طور
پر کیا دیۃ یا جرمانہ کیا جاتا ہے[1]

تا بحدِ امکان اوپریشن سے اجتناب اور اسکی متبادل حیرت انگیز تدبیر

جس عہد کی سرجری پر ہم اس وقت گفتگو کر رہے ہیں اس وقت بھی آج کی طرح بلکہ اس سے بڑھ کر اس بات کی کوشش ہوتی تھی کہ جہاں تک ہو سکے اوپریشن نہ کیا جائے اور دواؤں اور دیگر تدابیر ہی سے اگر ممکن ہو تو کام نکال لیا جائے اس لیے کہ یہ بہرحال ایک خطرناک امر ہے۔ اور کمال یہ ہے کہ آج ڈاکٹروں کے پاس ایسی تدبیریں بہت کم ہیں جو اوپریشن کی قائم مقامی کر سکیں۔ اُس عہد کے اطباء کے سرجری کے واقعات تاریخوں میں بہت کم ملتے کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ وہ اوپریشن کو اپنی ہتک اور مرض کی تشخیص اور دواؤں کی تجویز کے سلسلے میں اپنی ناداری کا اعلان تصور کرتے تھے؛ اور عموماً وہ کوئی نہ کوئی ایسی تدبیر ڈھونڈھ ہی لیتے تھے کہ مریض بغیر کسی اوپریشن کے صحتیاب ہو جاتے۔ ذیل میں ہم چند واقعات اسی قسم کے لکھتے ہیں کہ کن کن طریقوں سے وہ اوپریشن سے گریز کر کے خطرناک سے خطرناک بیماریوں پر دوا اور تدبیر ہی سے قابو پالیتے تھے:

ابن ابی اُصَیبِعہ نے لکھا ہے کہ عباسی خلیفہ ناصر لدین اللہ احمد بن حسن (خلافت کا ۳۴واں حکمراں ۵۷۵ھ سے ۶۲۲ھ تک: ۱۱۸۰ء تا ۱۲۲۵ء) کے مثانہ میں پتھری جو غیر معمولی طور پر بڑی تھی اور اس سے تکلیف بڑی شدید تھی مرض طویل بھی بہت ہو گیا

---

[1] دیکھئے ابن حزم، المحلی ج ۱۰ صہ ۴۴۴ و صہ ۴۶۱ (قاہرہ ۱۳۵۲ھ)

تمام اطباء اور سرجن اوپریشن تجویز کر چکے تھے بلکہ ایک ماہر سرجن ابن عُکاشہ کو اوپریشن کے لیے بلا بھی لیا گیا تھا، ابن عُکاشہ نے غور سے دیکھنے کے بعد کہا کہ میں اس سلسلے میں کچھ اور ماہر اطباء سے مشورہ کرنا چاہتا ہوں بالخصوص اپنے استاد اور بزرگ ابونصر مسیحی سے مشورہ کرنا ضروری سمجھتا ہوں چنانچہ ان کو طلب کیا گیا انھوں نے دیکھا اور کچھ دوائیں دیں اور عضو علیل پر اَدْہان مُلیّنہ استعمال کیے اور کہا کہ ہم کوشش کریں گے۔ اگر بغیر اوپریشن کے ہی پتھری نکل آئے تو زیادہ اچھا ہے ورنہ آخر بدرجۂ مجبوری اوپریشن کریں گے۔ چنانچہ دو ہی روز علاج چلا تھا کہ تیسرے دن کی شب میں پتھری باہر آگئی جس کا وزن ایک بیان کے مطابق سات مثقال اور ایک بیان کے مطابق پانچ مثقال تھا اور ایک بیان یہ ہے کہ وہ زیتون کی بڑی سے بڑی گٹھلی کے برابر تھی ــــ بہرحال خلیفہ شفایاب ہو گیا اور بہت تیزی سے صحت بحال ہوتی چلی گئی۔[1]

اگر پہلے بیان کے مطابق اس کا وزن سات مثقال تسلیم کیا جائے تو ہمارے اعشاری نظام کے مطابق یہ وزن تقریباً تین سو پندرہ گرام ہوتا ہے اور ابن ابی اصیبعہ کے انداز بیان سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ بغیر توڑے نکالی گئی تھی۔ اب خدا جانے کیا صورت پیش آئی اور کس طرح اتنی بڑی پتھری کا باہر آجانا ممکن ہوا۔ واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) "حلب" میں ابن بُطلان (مختار بن حسن بن عبدون ابن بُطلان مسیحی وفات ۴۵۸ھ ۱۰۶۶ء) کے پاس ایک حلق کے اوپریشن کا کیس آیا جو بالکل گلو گرفتہ تھا، آواز اس کی بالکل بند ہو چکی تھی، اس نے اس کا معائنہ کیا تو دیکھا کہ آواز بالکل ضائع ہو چکی ہے اس نے اس کا پیشہ اور کام پوچھا تو پتہ چلا کہ وہ مزدور ہے مٹی ڈھول کا کام کرتا ہے، ابن بطلان نے اسکو دو سو گرام بہت تیز قسم کا سرکہ پلایا چند لمحے کے بعد مریض نے بہت بھاری قے کی اور اس میں سرکہ کے ساتھ کافی مقدار میں ریت مٹی نکلی اور حلق غبار سے

---

[1] ابن ابی اُصیبعہ، عیون الانباء ص ۴۰۴ (بیروت ۱۹۶۵ء)

"قد ذکر فیه المصنف ما یحتاج الیه الجراحی بحیث لا یحتاج الی غیره"، یعنی مصنف نے اس کتاب میں وہ تمام چیزیں، تمام معلومات جمع کردی ہیں جن کی ایک سرجن کو ضرورت پڑتی ہے، ایسے جامع طریقے پر کہ اس کے بعد اسے کسی اور کتاب کی حاجت باقی نہیں رہتی [۱۲۵]

(۸) "مقالة فی عمل الید" یہ زہراوی کی تصنیف ہے، خیر الدین زرکلی نے الاعلام میں اس کا ذکر زہراوی کی تصانیف میں کیا ہے اور اس کے چھپ جانے کا اشارہ دیا ہے [۱۲۶]۔ اسی طرح اور بھی بعض لوگوں نے اس کا ذکر کیا ہے مگر مقالہ نگار کے خیال میں یہ زہراوی کی "التصریف لمن عجز عن التالیف" ہی کا ایک حصہ ہے جو سرجری کے مباحث پر مشتمل ہے اور میرے خیال میں یوسف الیان سرکیس نے معجم المطبوعات العربیہ میں جو "کتاب الجراحة"، لابی القاسم کا ذکر کیا ہے اور کہا ہے کہ محمد بن زکریا رازی کے مجموعۂ رسائل میں یہ لندن سے ۱۷۷۸ء میں چھپ چکی ہے [۱۲۷] یہ بھی یہی التصریف کا ایک مقالہ ہے جس کا ذکر ابھی نمبر ۱ میں آچکا ہے اور تفصیلی تعارف مقالہ کے اخیر میں آرہا ہے۔

(۹) "منہاج البیان" حاجی خلیفہ نے علم الجراحہ کا تعارف کراتے ہوئے اس کی چند بہت عمدہ کتابوں میں اس کا ذکر کیا ہے اور لکھا ہے کہ "فی کتاب منهاج البیان ما فیه کفایة فی هذا الباب" یعنی سرجری کے سلسلے میں یہ کتاب بہت کافی ہے۔ اس کتاب کا ذکر مجھے اور کہیں نہیں ملا۔ حاجی خلیفہ نے بھی بس اسی قدر تعارف پر اکتفا کیا ہے [۱۲۸]

۱۲۵ھ حوالہ سابق ص۶۵ و حاجی خلیفہ، کشف الظنون ص۱۱۶۶ و ص۱۱۶۹ (استنبول ۱۳۶۲ھ ۱۹۴۳ء)

۱۲۶ھ الزرکلی، الاعلام ج۲ ص۳۵۵ (طبع ثالث)

۱۲۷ھ سرکیس، معجم المطبوعات العربیه والمعربة ص۳۴۱ (مصر ۱۳۴۶ھ ۱۹۲۸ء)
میرے خیال میں یہ سرکیس کو مغالطہ ہوا ہے اسنے ابو القاسم کو زہراوی سے الگ کوئی اور مصنف سمجھا ہے حالانکہ یہ زہراوی کی کنیت ہے۔ چنانچہ زہراوی کے اس مقالے کا ذکر اسنے خلف بن عباس کے ضمن میں ص۸۳ پر علیحدہ کیا ہے جیسا کہ آپ آگے پڑھیں گے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

۱۲۸ھ حاجی خلیفہ، کشف الظنون ص۵۸۱ و ص۱۰۹۴

(۱۰) "مقالۃ الجراحات" اس کا بس اسی قدر ذکر کشف الظنون میں کیا گیا ہے۔[۱۲۹]

(۱۱) "علاج امراض العین بالحدید" یہ حُنین بن اسحاق العبادی کی کتاب ہے جس میں امراض چشم کی سرجری کا بیان ہے۔[۱۳۰]

چند قدیم مسلم سرجن

یہاں ہم چند ان مسلم سرجنوں کا مختصر تعارف کراتے ہیں جو عہد رسول اللہ علیہ وسلم میں اور اس کے کچھ بعد تک ہوئے ہیں:

(۱) اس سلسلے میں سب سے پہلے تو خود آں حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کا نام نامی (فداہ ابی وامی) ہے، اوپر کئی واقعات آپ کے اپنے دست مبارک سے بعض اصحاب کرام کو حجامت اور کَیّ کرنے کے آچکے ہیں۔

(۲) حضرت علی کرم اللہ وجہہ، آپ نے ایک صحابی کی کمر کا اوپریشن کیا ہے جس کا ذکر اوپر عہد رسالت کے اوپریشنوں کے ضمن میں نمبر ۶ پر آچکا ہے۔

(۳) حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما، اوپر آپ کے کَیّ کرنے اور کَیّ کے طریقۂ علاج میں ایک نیا تجربہ کرنے کا ذکر آچکا ہے۔

(۴) حضرت حَیّان بن اُبجر کنانیؓ، عہد رسالت کے بڑے اوپریشنوں میں واقعہ نمبر ۵ میں ان کے اوپریشن کا ذکر آیا ہے۔

(۵) حضرت ابوطیبۃ مولی الانصار رضی اللہ عنہم، "سرجری عربوں کے یہاں" کے زیر عنوان حجامت کے تحت ان کا ذکر آچکا ہے۔

(جاری)

---

۱۲۹ ایضاً ص ۱۰۹۵

۱۳۰ اسماعیل پاشا بغدادی، ہدیۃ العارفین ج ۱ صفحہ ۲۴۴ اس کا ذکر ابھی ص ۱۱ پر بھی آچکا ہے۔

سیرت شیخ بو علی سینا کے بعض پہلو "القانون فی الطب" کی روشنی میں

مولانا حکیم محمد زماں حسینی صاحب (کلکتہ)

(۱)

شیخ کی عظمت مورخ شہیر اور ناقد بصیر علامہ ابن خلدون علم طب کے بیان میں فرماتے ہیں:

"واما هذه الصناعة التى ترجمت كتبه فيها من الاقدمين جالينوس يقال انه كان معاصر العيسىٰ عليه السلام ويقال انهٗ مات بصقليه فى سبيل تغلب ومطاوعة اغتراب وتآليفهٗ فيها هى الامهات التى اقتدى بها جميع الاطباء بعده وكان فى الاسلام فى هذه الصناعة ائمة جاؤا من وراء الغاية مثل الرازى والمجوسى وابن سينا ومن اهل الاندلس ايضا كثير واشهرهم ابن زهر" (مقدمہ ابن خلدون صفحہ ۴۶۷ مطبوعہ مطبعۃ الامیر بولاق مصر)

اس فن کا وہ پیشوا طبیب جس کی کتابیں ترجمہ کی گئی ہیں امام جالینوس ہے کچھ لوگوں کا خیال ہے کہ جالینوس حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا معاصر تھا اور اس کا انتقال سسلی کے سفر تغلب میں بحالت سفر ہوا۔ امام جالینوس ہی کی تالیفات فن طب کی وہ بنیادی کتابیں تسلیم کی گئیں جن کی خوشہ چینی تمام اطباء مابعد نے بصد افتخار کی اس کے بعد عہد اسلام میں

بھی ایسے کئی مثالی طبی پیشوا پیدا ہوتے جنہوں نے فن طب میں حد کمال سے آگے بڑھ کر اپنی قیادت کا جھنڈا گاڑ دیا جن میں سرفہرست ابوبکر محمد بن زکریا رازی اور علی بن عباس مجوسی، اور ابوعلی ابن سینا بخاری اور ابن زہر اندلسی کے اسمار گرامی قابل ذکر ہیں۔

علامہ شہرزوری فرماتے ہیں کہ کچھ علمار کا کہنا ہے کہ "الحکماء اربعة اثنان قبل الاسلام هما ارسطو واسکندر[له] واثنان فی الاسلام وهما ابونصر وابوعلی" (نزہتہ الارواح جلد دوم ص۱۱) حکمار چار ہیں دو قبل اسلام ارسطو اور اسکندر اور دو اسلام میں ایک ابونصر فارابی اور دوسرا ابوعلی ابن سینا بخاری۔

علامہ ابن خلدون کی مذکورہ بالا عبارت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی نگاہوں میں یہ پانچوں اطبار نامدار فن طب میں نہایت ہی بلند مقام رکھتے ہیں اور ان میں امام جالینوس قبل از اسلام زمانہ کی یادگار ہیں اور باقی حضرات عہد اسلامی کی یادگار اور قابل فخر شخصیتیں ہیں۔ ابن خلدون نے اپنی عبارت میں ان اطبار کے نام جس ترتیب سے لیے ہیں اس میں ان حضرات کے زمانوں کی رعایت اس نے کی ہے جسے اصطلاح میں ترتیب زمانی کہتے ہیں ورنہ ترتیب رتبی کے لحاظ سے خود ابن خلدون کے نزدیک شیخ الرئیس بوعلی ابن سینا کا رتبہ ان سب حضرات سے فائق ہے۔ میری اس رائے کی بنیاد علامہ ابن خلدون کی وہ روش ہے جس کا بار بار مظاہرہ اپنے مقدمہ میں مختلف علمی بحثوں کے سلسلہ میں وہ کرتے ہیں اس بارے میں بطور مثال ابن خلدون کے چند اقتباسات میں پیش کرتا ہوں۔

له اسکندر سے مراد اسکندر افرودیسی دمشقی ہے۔ کان فی ایام ملوک الطوائف بعد الاسکندر الملک ورای جالینوس واجتمع معه وبهما مشانمبات ومخاصمات وکان فیلسوفا متقنا للعلوم الحکمیة بارعا فی العلم الطبیعی (عیون الانباء ج ۱ ص ۶۹)